

منزلت امامت، امام رضا علیہ السلام کی نظر میں

<?xml encoding="UTF-8?">



منزلت امامت، امام رضا علیہ السلام کی نظر میں

مؤلف: احمد ترابی

مترجم: یوسف حسین عاقلی پاروی

مصحح: حجة الاسلام غلام قاسم تسنیمی

پیشکش: امام حسین (ع) فاؤنڈیشن

جو عزت و جلالت اور شان و شوکت بارگاہ امامت میں دیکھتے ہیں! یہ دل جو اہلبیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے تڑپ رہے ہیں! یہ جو آنکھیں امام رضا علیہ السلام کی ضریح اقدس کو دیکھ کر بے اختیار بارش برساتی ہیں اور معنویات کو سمیٹ لیتی ہیں! یہ جو قدم غریب طوس میں کی ضریح اقدس تک

پہچنے کے لئے طولانی مسافات اور راہ کو طے کرتے ہوئے خستگی و تھکاوٹ محسوس کرتے ہیں، نہ دنوں اور ساعات کا اندازہ اور امام علیہ السلام کی بارگاہ میں احترام و ادب سے کھڑے ہو تے ہیں تو ان زائروں گفتگو خالصتاً خدا کے لئے، بے ریا، تاکہ مہربان غریب نواز ہو!

ان میں سے کوئی بھی بغیر دلیل کے نہیں ہے!

ہاں! یہ گفتگو ان معنویات سے نا آشنا ہو امام کو نہ پہنچانتا ہو، حکمت زیارت سے ناواقف ہو، جن کے دل نے رافت و الفت اور رحمت امام کو کشف نہ کیا ہو، ان افراد کے لئے (احترام و محبت) ایک عجیب و غریب اور شگفت انگیز نظر آئے گی بلکہ ممکن ہے بعض آشنا اور زائرین کرام سے بھی کچھ باتیں مخفی اور سمجھ سے بالاتر ہوں، اگرچہ وہ مشتاق زیارت امام ہوں ان کے دل سے جذبہ محبت و ولایت رضوی پھوٹ پھوٹ کر آشکار ہو لیکن ان تمام اسرار سے واقف نہ ہوں، اور یہ بات واقعیت پر مبنی اور غیر قابل انکار ہے۔

عترت، سرآمد امت

چنانچہ یہ بات واضح ہے کہ تمام امت اسلامی میں سے تمام اہل ایمان پایداری و پاسداری ایمان میں، کج فکری وغیرہ کے مقابلے کرنے میں برابر نہیں ہیں، بلکہ ان میں سے بعض گروہ اس میدان عمل میں سبقت، برتری و کمال اور فضیلت کو اپنائے ہوئے ہیں۔

قرآنی آیات اور منابع روایات معتبرہ سے استفادہ ہوتا ہے کہ امت اسلامی کو دیگر تمام امتوں پر جو فضیلت و فوقیت اور برتری ملی ہے تو وہ خلاف شرع کاموں سے دفاع اور غلط کاموں سے مبارزہ اور مقابلہ کرنے کی وجہ سے ملی ہے۔ لیکن اس عہدہ کے دفاع اور دین اسلام اور امت اسلامی کو کو محفوظ رکھنے اور بچانے کی اصل وجہ اہلبیت اور عترت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تھے اور یہ ہستیاں ہی تھیں جنہوں نے اس میدان عمل میں سب سے بالاتر اور بلند ترین امتیاز و منزلت حاصل کی اور تمام امتوں سے افضل و برتری کی سند پائی۔

تعجب نہ کریں

اور اس دنیا میں اگر کوئی ان تمام فضائل و مناقب او رامتیازات عترت پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا منکر ہو تو کسی کو بھی تعجب کرنے کی ضرورت نہیں۔ چونکہ اہل بیت علیہم السلام سے پہلے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات گرامی، دیگر انبیاء الہی حتیٰ کہ قرآن مبین اور دیگر کتب آسمانی کے بھی منکر تھے بلکہ معتقد تھے کہ سچ و سچائی اور صدق سے بھی دور تھے!

غافل اور جاہل ہے جس کو آفتاب سے انکار ہے حقیقت میں خود انہوں نے اپنے آپ کو ان کے نور ہدایت اور رحمت سے محروم اور دور کیا ہے!!

قبل از موضوع

عالم آل محمد حضرت امام رضا علیہ السلام کی زبان مبارک سے امامت عترت اور اہل بیت کے مقام و منزلت کو بیان کرنے سے پہلے خود امام رضا علیہ السلام کی زبان مبارک سے و ارثان علم و برگزیدگان کے مصداق کو بیان کرینگے۔ ایک دفعہ عراق و خراسان کے کچھ علماء جمع ہوئے اور ان کے درمیان اس آیت مجیدہ **ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا** (1) پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان افراد کو قرار دیا جنہیں اپنے بندوں میں سے چن لیا۔

اس کے متعلق گفتگو ہوتی کہ وارثان کتاب الہی اور خدا کے پسندیدہ افراد کون ہیں؟

اور عراق و خراسان کے جو علماء مجلس ماموں میں تھے وہ سب اہلبیت علیہم السلام کے مکتب سے جاہل اور

نابلد تھے ہر ایک نے اظہار نظر اور رائے پیش کی کہ اس آیت مجیدہ کا حقیقی مصداق امت اسلامی ہی ہے جس کو خدانے وارثان کتاب الہی اور پسندیدہ و برگزیدہ قرار دیا ہے۔

عالم آل محمد امام رضا علیہ السلام بھی وہاں اس مجلس میں تشریف فرما تھے ان جہلاء کی آراء و تحلیل کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: میں ان علماء عراق و خراسان کی باتوں سے اختلاف رکھتا ہوں اور صحیح نہیں مانتا ہوں۔

چونکہ اس آیہ مجیدہ کا حقیقی اور اصل مصداق وارثان کتاب الہی اور برگزیدہ اور خدا کے چنے ہوئے افراد ہی عترت طاہرہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات مقدسہ ہیں نہ امت اسلامی - اور امام رضا علیہ السلام نے اس کی دلیل کے طور پر خود قرآن سے دوسری آیت کو پیش فرمایا:

چنانچہ اسی آیت کے بعد ارشاد ہے: **جَنَّاتٌ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا** (2) یعنی وارثان کتاب الہی اور برگزیدگان تمام کے تمام اہل جنت و بہشت تھے اور تمام بہشت ان کے لیے فراوان ہونگے۔

جبکہ اس آیت مجیدہ سے پہلے خداوند عالم نے امت اسلامی کو تین گروہ میں تقسیم کیا ہے۔

1- خود اپنے اوپر ظلم کرنے والے

2- میانہ رو نیکی اور ظلم کرنے والے۔

3- اور نیک و صالح لوگ ۔

پس کسی کو شک کی گنجائش نہیں کہ ان تینوں گروہ میں سے کوئی بھی دوسرے کے برابر نہ تھے اور سب بغیر حساب و کتاب اور بے چون و چرا اہل بہشت بھی نہیں ہونگے۔ بلکہ اہل تقویٰ و متقی اور سچے ہی دوسروں سے افضل و برتر اور امتیاز الہی کے مستحق قرار پائیں گے اس حدیث کے تسلسل میں امام علیہ السلام نے قرآنی دلائل دیے کہ اہلبیت علیہم السلام میں ہر ایک امت اسلامی کا رہبر، رسول خدا کے مشن کو تکمیل کرنے والے ہیں

اس کے بعد ارشاد فرمایا: کہ ان میں سے ہر کوئی عترت نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سرآمد امت اسلامی ہونا، پاکیزہ و سزاوارتر ہونا اور شایستہ ترین امت ہونا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی راہ کو جاری و ساری اور تعلیمات نبوی کو دوام بخشنے والے اور وارثان کتاب الہی و تبیین و تفسیر کلام الہی کرنے والے ہونے کی حیثیت سے اہل ایمان و اسلام کے لئے معرفی اور پہچانوا یا تھا (1)

محبت و معرفت

امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام سے عقیدت و محبت اور ارادت رکھنے والوں کے دو گروہ ہوسکتے ہیں:

1- کچھ زائرین کرام امام علیہ السلام کے دلوں میں محبت اور دوستی و احترام و غیرہ بہت زیادہ ہیں لیکن وہ اس محبت کی دلیل کو واضح بیان نہیں کرسکتے ۔

2- دوسرا گروہ جن کے دلوں میں محبت و مقام امامت اور امامت کے مرتبے کو جاننے کے ساتھ محبت و ارادت اور احترام کے دلیل کو بیان بھی کرسکتے ہیں اور مزید زیارت کرنے کی فضیلت و اہمیت اور فلسفہ و غیرہ کی بھی توضیح دے سکتے ہیں ۔

پہلا گروہ جو صرف محبت و عقیدت کا اظہار کرتا ہے مگر دلیل کم بین نہیں کرسکتا اصل میں وہ احساسات کے مالک ہیں لیکن دوسرا گروہ جو معرفت و محبت اور عقیدت کے ساتھ سبب اور دلیل کو بھی جانتے ہیں حقیقت میں ان کے دلوں میں احساسات کے ساتھ معرفت بھی پائی جاتی ہیں حقیقی شیعہ وہ ہے جو اہل بیت علیہم السلام کی و عصمت و طہارت اور محبت و عقیدت کے ساتھ حقیقی معنوں میں معرفت بھی رکھے۔

کیونکہ یہ اس صورت میں ممکن ہے جب محبت و معرفت ایک ساتھ ہو اور ایک دوسرے کے معاون و مدگار ہو۔ اس وقت زائر حقیقی ہوگا اور زیارت خود حصول معرفت کے لئے ایک مقدمہ ہے جس سے زائر کا اندورنی ارتباط اور رابطہ امام سے محکم و مضبوط اور معنویت میں اضافہ ہوتا ہے۔

با فضیلت زائر

عصمت و طہارت اور پاک و منزہ ہستیوں سے محبت معرفت کے ساتھ ہو یا بغیر معرفت کے دونوں نیک ہیں لیکن جس کی قیمت اور ارزش زیادہ، وہ محبت کے ساتھ معرفت اور شناخت ہے جیسا کہ زیارت جامعہ میں ہم پڑھتے ہیں: **اللَّهُمَّ ... أَسْأَلُكَ أَنْ تُدْخِلَنِي فِي جُمْلَةِ الْعَارِفِينَ بِهِمْ وَ بِحَقِّهِمْ**۔ خداوند!!! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے خاندان پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی معرفت عارفین اور ان کے حق سے آشنا فرما۔ اس زیارت کے کچھ جملوں کو شیخ صدوق نے امام ہادی علیہ السلام سے نقل فرمایا ہے۔ جس میں امام علیہ السلام عنوان نے زیارت کے ذیل میں زائرین محترم کے لئے کچھ توجہ طلب باتوں کی طرف متوجہ کیا ہے: **أَشْهَدُ اللَّهَ وَ أَشْهَدُكُمْ أَنِّي مُؤْمِنٌ بِكُمْ وَ بِمَا آمَنْتُمْ بِهِ**۔ خداوند! عالم اور خاندان رسالت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلمت کو شاہد او رگواہ بناتا ہوں کہ جس چیز پر آپ ایمان اور اعتقاد رکھتے ہیں اس پر میں بھی عقیدہ و ایمان اور رکھتا کرتا ہوں۔

كَافِرٌ بَعْدُكُمْ وَ بِمَا كَفَرْتُمْ بِهِ۔ جو آپ کے دشمن ہیں اور جن سے آپ دشمنی اور انکار فرماتے ہیں میں بھی ان کا منکر اور دشمن ہوں۔ **مُسْتَبْصِرٌ بِشَأْنِكُمْ وَ بِضَلَالَةٍ مَنْ خَالَفَكُمْ**۔ آپ کی شان و منزلت کا بصیرت رکھتا ہوں اور آپ کے دشمنوں کی گمراہی اور ضلالت کا معترف ہوں، **مُؤَالٍ لَكُمْ وَ لِأَوْلِيَائِكُمْ مُبْغِضٌ لِأَعْدَائِكُمْ وَ مُعَادٍ لَهُمْ**۔ آپ اور آپ کے دوستوں اور موالین سے دوستی و محبت جبکہ دشمنوں سے عداوت و دشمنی اور کینہ و عناد ہوں۔ **سَلَامٌ لِمَنْ سَالَمَكُمْ وَ حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَكُمْ**۔ جو بھی آپ کے لئے سلامتی والا ہو، میں بھی اس کے لئے سلامتی والا ہوں اور جو بھی آپ سے جنگ و جدال کریں میں بھی ان سے جنگ و جدال کرونگا۔ **مُحَقِّقٌ لِمَا حَقَّقْتُمْ مُبْطِلٌ لِمَا أَبْطَلْتُمْ مُطِيعٌ لَكُمْ عَارِفٌ بِحَقِّكُمْ**۔ جس کو آپ حق جانتے اور مانتے ہیں میں بھی حق مانوں گا اور جس کو آپ باطل اور غلط قرار دیں میں بھی باطل مانوں گا۔

آپ کے حق سے معرفت و آگاہی اور آپ کی ہدایتوں کی مکمل اطاعت و فرمانبرداری اور مطیع رہوں گا۔ یہ جملات اگرچہ زیارت اور دعا کی صورت میں پیش ہوئے ہیں لیکن قرآن کریم و روایات اور احادیث میں ان معارف کے خزانوں کی طرف واضح اشارے اور صراحت پائی جاتی ہے۔

اعتراف فضائل

ان فضائل و مناقب اور ولایت اہلبیت علیہم السلام کا اقرار و اعتراف کرنا شیعیان علی بن ابی طالب علیہ السلام کے لئے آسان ہو سکتا ہے لیکن جو کوئی مکتب اہلبیت علیہم السلام سے آشنا نہ ہو تو وہ صرف حیرت و پریشانی اور ابہام کاشکار ہی نہیں ہوگا بلکہ وہ پہلے یہ سوال ضرور پوچھے گا کہ اہل بیت علیہم السلام سے مراد کون لوگ ہیں؟ ان کے مقام و منزلت کیا ہے؟ انکی دوستی و محبت اور اطاعت اور ان کے دشمنوں اور مخالفین سے دوری کی راہ و روش اور معیار کیا ہے؟ اور کیا ان سب کا جاننا اور ایمان رکھنا ایک مسلمان پر واجب اور ضروری ہے؟

یہاں تک کہ بعض اوقات دیکھنے میں آیا ہے کہ اہلبیت علیہم السلام کے ان کمالات و فضائل سے نابیند، جاہل اور ناسمجھ و نا آشنا افراد شیعوں پر بے جا اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم شیعہ لوگ اہلبیت علیہم السلام کے لئے اتنے مقام و مرتبہ او راحترام کے قائل کیوں ہو؟ ان میں اور دیگر تمام علماء و مسلمانوں میں

کونسا فرق ہے؟ اور کیونکر ان کی مدفن کو عالی شان بارگاہ بناتے ہو اور دور و نزدیک سے ان کی زیارت کرتے ہو؟! یہاں پر ان اعتراضات کے جواب دینے میں زائرین امام رضا علیہ السلام دو گروہوں میں تقسیم ہوتے ہیں؛ الف: بعض افراد سکوت اختیار کرتے ہیں اور ان اعتراضات اور سوالات کے جوابات دینے سے قاصر رہتے ہیں۔ ب: اور بعض حضرات اہلبیت علیہم السلام کی مکمل معرفت رکھنے کے ساتھ ساتھ ان تمام اعتراضات اور سوالوں کے مسکت اور منہ توڑ جوابات دیتے ہیں اور یہ لوگ اہل بصیرت و معرفت اہلبیت کہلانے کے مستحق ہیں اور امام رضا علیہ السلام بھی اپنے چاہنے والوں اور زائرین سے یہی توقع رکھتے ہیں کہ ان کے ماننے والے اور پیروان اہلبیت علیہم السلام تمام دشمنان اسلام اور منکرین مکتب اہلبیت علیہم السلام کو دلیل قاطع اور واضح سخن کے ذریعے مسکت جوابات دے کر ان کے منہ بند کروا دیں تاکہ منکرین کو کبھی بھی گستاخی کرنے کی جرأت و ہمت نہ ہو سکے۔

جاننے کی بات

قارئین کرام! یہاں پر کچھ باتیں جاننا سب کے لئے ضروری ہیں وہ یہ کہ انسان چند مختصر کتابوں کا مطالعہ کر کے کچھ معلومات حاصل کر کے کبھی بھی منکرین کو منہ توڑ جواب نہیں دے سکتا حتیٰ کہ بحث و گفتگو تک مشکل ہے۔ ہاں یہ بات اس صورت میں ممکن ہے جب صلاحیت ہو اور اہل نظر اور جاننے والے حقیقی علماء دین و غیرہ سے مکتب اہلبیت علیہم السلام کے بارے میں معلومات و آشنائی کے بعد اور منکرین کو قانع کنند جوابات دے سکتا ہے۔ کیونکہ علماء دین و غیرہ کی رہنمائی اور فہم و مطالعہ او تخصص کے ذریعے مناظرہ و غیرہ کرسکتا ہے پھر کسی عالم دہر متخصص وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے۔

امام کون ہے

اس سوال کا جواب گوہر نایاب کلام امام رضا علیہ السلام سے قارئین کرام کی خدمت می کرنے کی کوشش کرتے ہیں: امام علی ابن موسی الرضا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

الإِمَامُ كَالشَّمْسِ الطَّالِعَةِ الْمُجَلَّلَةِ بِنُورِهَا لِلْعَالَمِ۔ امام چمکتا آفتاب و خورشید کی مانند ہے جس کے نور سے پوری جہان روشن و منور ہے۔

و هِيَ فِي الْأَفُقِ بِحَيْثُ لَا تَنَالُهَا الْأَيْدِي وَ الْأَبْصَارُ۔ امامت ایسی جگہ پر موجود ہے جہاں تک کسی کے ہاتھ اور آنکھیں نہیں پہنچ سکتیں (مقام امام اوفق اعلیٰ ہے)۔ الإِمَامُ الْمَاءُ الْعَذْبُ عَلَى الظَّمَا۔ امام ایسے پانی اور آب کی مثال ہے جس کے پینے کے بعد کوئی پیاس اور عطش باقی نہیں رہتی۔ امام کی زبانی امامت کی ایسی تعاریف کوئی لغوی و عبث اور شاعرانہ تعبیر یا ادبی و مبالغہ امیز کلام نہیں ہے بلکہ امام کے حقیقی مقام و منزلت اور جایگاہ کو بیان کرنا مقصود ہے۔ اسی لئے امام رضا علیہ السلام ان جملات کے بعد مخاطبین کے اذہان میں موجود سوالوں کے جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: امام کی نور افشانی کس حوالے سے ہے، امام کونسی پیاس کے تشنگی کو ختم کرنے کے لئے ہیں؟۔

و الدَّالُّ عَلَى الْهُدَى وَ الْمُنْجِي مِنَ الرَّدَى۔ امام وہ ہے جو نجات اور ہدایت کی طرف بشریت کا ہادی و رہنما اور پستی و گمراہی سے نجات دینے والا ہوتا ہے۔ الإِمَامُ الْأَنْبِيُّ الرَّفِيقُ وَ الْوَالِدُ الشَّفِيقُ وَالْأَخُ الشَّقِيقُ۔ امام بندگان خدا کے لئے ایک ہمدرد دوست، رفیق مہربان و شفیق باپ اور اچھے بھائی کی طرح ہے۔ وَالْأَمُّ الْبِرَّةُ بِالْوَلَدِ الصَّغِيرِ، وَمُفْزَعُ الْعِبَادِ فِي الدَّابَةِ النَّادِ۔ اور امام وہ ہے جو محبت اور ہمدردی میں ایک ماں کی مانند ہے جو اپنے فرزند پر کس انداز سے مہربان اور نیک ہوتی ہے۔

الامام امينُ الله في خلقه و حُجَّتُهُ علي عبادِهِ و خَلِيفَتُهُ في بلادِهِ والدَّاعِي الي الله، والدَّابُّ عَنْ حُرْمِ الله۔ امام

مخلق کے درمیان خدا کا امین، بندگان خدا پر حجت پروردگار اور انسانی معاشرے میں خدا کا خلیفہ ہوتا ہے۔ امام لوگوں کو خدا کی طرف بلانے والا ہے اور اقدار الہی کا پاسبان ہوتا ہے۔

الإِمَامُ الْمُطَهَّرُ مِنَ الذُّنُوبِ وَ الْمُبَرَّأُ عَنِ الْعُيُوبِ۔ امام تمام گناہوں سے دور اور تمام عیب و عیوب سے منزہ و پاک ہے۔ الْمَخْصُوصُ بِالْعِلْمِ الْمَوْسُومُ بِالْحِلْمِ نِظَامُ الدِّينِ۔ امام صاحب علم و حلم و کمال و برد باری کا مالک ہے اور امام کا وجود نظام دین اور دین کی استواری امامت پر موقوف ہے۔

وَ عِزُّ الْمُسْلِمِينَ وَ غِيْظُ الْمُنَافِقِينَ وَ بَوَارُ الْكَافِرِينَ۔ امام مایہ عزت و سربلندی مسلمانان عالم جبکہ کافرین و منافقین کے لئے باعث نگرانی اور حقارت ہے۔

الإِمَامُ وَاحِدٌ ذَهْرُهُ لَا يُدَانِيهِ أَحَدٌ وَ لَا يُعَادِلُهُ عَالِمٌ وَ لَا يُوجَدُ مِنْهُ بَدَلٌ وَ لَا لَهُ مِثْلٌ وَ لَا نَظِيرٌ۔ امام اپنے زمانے و عصر کا یگانہ اور یکتا ہوتا ہے؛ کوئی عالم اس کی برابری نہیں کرسکتا، اس کا کوئی جایگزین نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی مثال۔

لِلْإِمَامِ عَلَامَاتٌ يَكُونُ أَعْلَمُ النَّاسِ وَ أَحْكَمُ النَّاسِ وَ أَتَقَى النَّاسِ وَ أَحْلَمُ النَّاسِ وَ أَشَجَعَ النَّاسِ وَ أَسْحَى النَّاسِ۔ امام کے لئے چند علامات اور نشانیاں ہیں۔ امام تمام لوگوں سے اعلم جبکہ حلم و تقویٰ اور حکم میں اور اسی طرح شجاعت و عبادت الہی اور سخاوت میں بلندترین مرتبے پر فائز ہوتا ہے۔

دوسری نظر سے :

قارئین کرام !

مندرجہ بالا کلام ، امام علیہ السلام کا کچھ گوہر بار کلام اور در خراسان کے چند موتی تھے۔ جس میں امامت کی کچھ فضائل اور خصوصیات کی طرف اشارہ تھا جبکہ ہماری روایات اور احادیث میں امام معصوم کے کمالات و فضائل اور مناقب کے سمندر موجود ہیں ان سے ہٹ کر جو گوہر بار چند موتیاں بہ صورت خلاصہ بیان ہوا ہوا ہے جبکہ یہ بہت ہی عظیم اور قابل غور و دقت طلب امر ہے۔

خلاصہ

ان خصوصیات کو ہم تین حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں:

1- امام کی منزلت و مقام خدا کے نزدیک

2- امام کا عوام سے رابطہ

3- امام کی معنوی اور علمی شخصیت

منزلت امام

امام کی منزلت خدا کے نزدیک بہت زیادہ ہے؛ چونکہ امام، عوام الناس کے درمیان امین الہی، حجت و دلیل خداوندی، جامعہ بشری میں خلیفہ الہی، خدا کی طرف بندگان خدا کو دعوت حق دینے والے پاسدار حریم الہی اور مظہر و تجلی پروردگار ہیں۔

عوام سے ارتباط

امام لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کرنے والا، عوام الناس سے انس محبت رکھنے والا دلسوز باپ کی مانند سختیوں دشواریوں اور مشکلات میں لوگوں کے پناہ گاہ ہے، مسلمانوں کے لئے باعث عزت جبکہ منافقین اور کافرین کے لئے باعث ننگ و عار اور رسوائی و ذلت و خواری ہیں۔

شخصیت معنوی و علمی

امام تمام انسانوں سے اعلم و افضل ہوتا ہے، تمام گناہوں اور برائیوں سے پاک و منزہ ہوتا ہے امام یعنی مجسمہ

علم و کمال ہوتا ہے۔

شجاعت، تقویٰ، پرہیزگاری، حلم و بردباری اور سخاوت میں بے نظیر ہو سکتا ہے عبادت میں بندگان کا سردار و رہنما ہوتا ہے۔

امام کا انتخاب کون کریں؟

درجہ بالا گفتگو کے بعد سوال پیش آتا ہے کہ امام کو انتخاب کون کریں عوام الناس یا خداوند متعال؟ قارئین کرام! سابقہ گفتگو کی روشنی میں امام کے لئے جن شرائط و علامات اور خصوصیات کا ذکر کیا گیا امام کا انتخاب عام آدمی یا عوام الناس نہیں کرسکتے چونکہ ان تمام صفات و کمالات اور مشخصات کا تعین کرنا بشر کا کام نہیں کہ وہ صلاحیت خلافت الہی کو مشخص کریں۔ چونکہ وہ نہیں جانتا کہ کس کو امام منتخب کرے اور کس کو نہ کرے اور کس میں یہ تمام صفات، مقام علمی و معنوی پایا جاتا ہے اور کون گناہوں سے پاک و منزہ ہے و غیرہ و غیرہ۔

بلکہ صرف اور صرف خداوند عالم کی ذات گرامی ہے جو تمام انسانوں کو حتیٰ ان کے دلوں اور پانچ پشتوں سے واقف ہے وہ یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ کس کو امامت کے منصب پر فائز کرے اور خلافت الہی کا کون مستحق ہے۔ اس سوال کا ایک اور جواب خود امام رضا علیہ السلام کے کلام مبارک سے قارئین محترم کو پیش کرتے ہیں: جب امام علیہ السلام مدینۃ الرسول سے وارد مرو، ہو گئے تو لوگوں کے درمیان امام کے بارے میں چہ میگوئیں اور بحث و گفتگو شروع ہوئی اور وہ اختلاف کاشکار ہو گئے تو اس وقت عبدالعزیز نامی شخص نے امام کی خدمت اقدس میں آکر امامت کے بارے میں اختلافات کا ذکر کیا۔ امام علیہ السلام نے تبسم فرما کر ارشاد فرمایا: اے عبدالعزیز! یہ گروہ اور جماعت گمراہی اور نا آگاہی میں گرفتار ہے اور اپنے ناقص نظریات سے اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے (امامت کو عوام انتخاب کرنا چاہیے) اس نظریہ کے بارے میں فرمایا: **هَلْ يَعْرِفُونَ قَدْرَ الْإِمَامَةِ وَ مَحَلَّهَا مِنَ الْأُمَّةِ فَيَجُوزُ فِيهَا اخْتِيَارُهُمْ**۔ آیا یہ لوگ امامت کی اصل حقیقت اساس و بنیاد اور مقام امامت امت اسلامی کیا ہے؟ جانتے ہیں اور امامت کی صفات و خصوصیات سے آگاہ ہیں، تو کس نے اور کس بنیاد پر ان کو امام انتخاب کرنے کا حق دیا ہے؟! **إِنَّ الْإِمَامَةَ أَجَلٌ قَدْرًا وَ أَعْظَمُ شَأْنًا وَ أَعْلَى مَكَانًا وَ أَمْنَعُ جَانِبًا وَ أَبْعَدُ غَوْرًا مِنْ أَنْ يَبْلُغَهَا النَّاسُ بِعُقُولِهِمْ**۔ بے شک امامت کی اہمیت اور قدر و قیمت زیادہ ہے اور بلند مقام رکھتی ہے۔ امامت کی شان و شوکت اور جائیگاہ و منزلت ارفع ہے، امامت کے اعلیٰ و ارفع مقام تک انسانوں کی عقول کی پہنچ نہیں اور نہ ہی عقل اس کا اندازہ لگا سکتی ہے۔

مقام امام

قارئین کرام! سوال یہ ہے کہ آئمہ اس مقام و مرتبے پر کیسے پہنچے ؟

جب سوال مقام و منزلت اور جایگاہ امام کے بارے میں ہو تو طبعی طور پر یہ سوال بھی ذہن میں آتا ہے کہ امام اس عالی مرتبہ و منزلت پر کس سے پہنچے اور یہ مقام و صلاحیت ان کو کیسے ملے اور کونسے دلیل تھے؟ اس سوال کے جواب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ چیز صرف امام اور آئمہ سے مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام انبیاء الہی جیسے حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور اسی طرح خود پیغمبر اسلام حضرت محمد ابن عبداللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بارے میں بھی یہ سوال پیش ہوتا رہا ہے کہ تمام بندگان خدا میں سے مقام رسالت و نبوت صرف ان کو کیسے ملی اور ان کو کیوں چنا گیا؟

ہمارا اعتراض

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اس مسئلے کا جواب دینا صرف مذہب شیعہ سے مختص نہیں ہے بلکہ یہ سوال

جو بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کو مانتا ہو اور ان پر ایمان رکھتا ہو سب سے ہونا چاہیے اور جواب بھی سب کو دینا چاہیے حتیٰ مسلمانوں سے بٹ کر دیگر ادیان الہی کے ماننے والے جیسے یہودی جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کو مانتے ہیں ، عیسائی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معقند ہیں سب سے سوال ہونا چاہیے اور سب کو جواب بھی دینا چاہیے۔ لیکن پھر بھی مذہب تشیع اس کا جواب دیتا ہے کہ خداوند عالم کی ذات گرامی عالم الغیب والشہادہ اور تمام علوم بے پایان کی مالک ہے، اس ذات گرامی نے جب بنی نوع انسان کو خلق فرمایا تو خدا کے علم میں تھا کہ میرا یہ بندہ ہر حوالے سے میرا مطیع، عبادت گزار اور پرہیزترین بندہ ہے پس یہی علم پروردگار تھا جس کی بنیاد پر انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا گی۔ اسی ذات نے علم و دانش کی بنا پر بندوں میں سے کچھ کو رسالت و نبوت اور امامت کے عظیم منصب کے لئے قابل و لایق جانا اور اس منصب اور عہدے پر فائز فرمایا؛ تاکہ دوسرے بندگان خدا کی پاکی اور ہدایت کی طرف رہنمائی کریں۔ **وَجَعَلْنَاهُمْ أُمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا** اور ہم نے ان سب کو پیشوا قرار دیا تاکہ ہمارے حکم سے ہدایت کریں ۔

تو اس بات میں شک و شبہ نہیں ہے کہ انبیاء الہی اور آئمہ طاہرین کا انتخاب صرف اور صرف لیاقت و شائستگی کی بنیاد پر ہوا ہے ۔

چنانچہ ان ہستیوں نے بھی اپنی اپنی زندگی میں مختلف آزمائشوں اور امتحانات میں ثابت کیا کہ اس منصب و مقام کے لئے لایق و شایستہ ہیں۔

جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آتش اور فرزند عزیز کی ذبح اور قربانی کے ذریعے امتحان الہی لیا جاتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قدرت فرعون کی مقابلے میں قوم بنی اسرائیل کی ہدایت کے سخت اور دشوار ترین رنج و مصیبت کا امتحان لیا جاتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی رسالت کے اجراء اور نافذ کرنے میں اتنی سختی و مقاومت کرتے ہیں کہ تختہ دار تک جا پہنچتے ہیں ۔

اور اسی طرح پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی تو تمام انبیاء الہی سے زیادہ امتحان الہی میں مبتلا ہوتی ہے۔

اور بندگان خدا تک کو اپنی رسالت اور پیغام الہی کو پہنچانے میں اتنی سختی اور مشکلات سامنا کیا مگر پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام مشکلات کو صرف بندگان خدا کی ہدایت کے لئے تحمل فرما یا اور اپنے آپ کو ہر قسم کی رنج و آلام اور مصیبتوں میں ڈال دیا ہے یہاں تک خداوند عالم کا واضح دستور آتا ہے کہ اے میرے حبیب! اس حد تک اپنے آپ کو زحمت اور مشقت میں مت ڈالو۔

حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی پوری زندگی خدا کی عبودیت و بندگی اور وحدانیت کے اثبات اور اسی طرح زندگی و موت کے خالق خدا کے برحق ہونے کو ثابت کرتے ہوئے گزری ہے۔ اس لیے خداوند عالم نے ان کی جنگ میں کاری ضربت کو ثقلین (جن و انس) کی عبادت سے بہتر قرار دیا۔ اسی طرح امام حسن علیہ السلام کی زندگی اور امام حسین علیہ السلام کی زندگی واقعہ صلح امام حسن علیہ السلام اور معرکہ کربلا و غیرہ تاریخ میں ثابت ہے بلکہ اسی کی مانند دیگر تمام انبیاء الہی و صلحاء اور اوصیاء و آئمہ طاہرین علیہم السلام کی ذوات گرامی بھی امتحان الہی سے گزریں اس کے باوجود کامیابی کے درخشاں چہرے یہی نظر آتے ہیں۔

اصل حقیقت تو یہ ہے کہ ذات پروردگار، انبیاء و آئمہ طاہرین علیہم السلام کی ان صلاحیتوں اور قابلیتوں سے ابتداء و آغاز خلقت بشر سے آگاہ تھے کہ ان ہستیوں کو بندگان خدا کی ہدایت اور رہنمائی کی ذمہ داری دیتی ہے

اور ساتھ ہی خاص توفیق و کرامات و معجزات کے ساتھ رسالت و امامت کی ذمہ داری بھی دینی ہے۔

امامت کیسے ثابت کریں

امامت ثابت کرنے کے کچھ راہ اور طریقے موجود ہیں قارئین کرام! پوری دنیا حق و باطل، الہی و شیطانی دعوت پر ہے چونکہ پیغمبران الہی، اور آئمہ طاہرین علیہم السلام نے تمام خلق خدا کو اپنی طرف بلایا تاکہ لوگوں کو خدا کی طرف ہدایت کریں جبکہ ان کے ادوار اور زمانوں میں بھی جھوٹے دعویٰ دار ہر وقت موجود تھے جو اپنے آپ کو پیشوا، رہنما اور بعنوان ہادی معرفی کرتے تھے اور لوگوں کو دعوت دورغ و جھوٹ کے ذریعے اپنا پیرو بناتے اور گمراہی و ضلالت کے لامتناہی سمندر میں چھوڑ دیتے تھے۔

نتیجہ

خداوند تعالیٰ نے گروہ اول کو بعنوان پیشوا و رہنما و ہادی حق سے یاد کیا ہے جو لوگوں کو حق کی ہدایت و رہنمائی فرماتے ہیں۔

گروہ دوم جو لوگوں کو جہنم اور آتش کی طرف دھکیل رہا ہے ان کو باطل پیشوا کا نام دیا ہے۔
وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ اور ہم نے ان لوگوں کو جہنم کی طرف دعوت دینے والا پیشوا قرار دے دیا ہے۔
پس اس وجہ سے جو کوئی جس معاشرے میں پیشوا اور امامت کا دعویٰ کرے اس کو بغیر کسی ثبوت، دلائل اور نشانی قبول کر کے ان کے پیروکار نہیں بن سکتے بلکہ لازم اور ضروری ہے کہ مدعی امامت و نبوت کے پاس مدلل، متقن اور قانع کنندہ دلیلیں اور ثبوت ہونے چاہیے تاکہ اس پر اعتماد و یقین کیا جاسکے۔

دلائل کے اقسام

انبیاء الہی نے بندگان خدا کو جود لایل پیش کیے وہ چہار قسم کے ہیں:

- 1- اپنے سے پہلے سابقہ کسی نبی کی تائید و گواہی۔
 - 2- واضح و روشن دلائل واضح مطالب صحیح، منطقی و معقول اور قانع کنند دلائل، فطرت اور نیاز بشر سے ہمابنگ جو کہ گزشتہ انبیاء کے معارف کے مطابق ہوں۔
 - 3- بہترین اخلاق الہی و انسانی سے متصف ہونا۔
 - 4- نبوت کے اثبات کے لئے معجزات پیش کرنا اور خداوند متعالی سے مکمل ارتباط کا ہونا۔
- قارئین کرام! یہ چار اقسام و نشانیاں جب بھی کسی میں یکجا قرار پائیں تو ہمیں اطمینان حاصل ہوتا ہے کہ فلان بندہ جس میں یہ صفات موجود ہیں واقعی خدا سے مرتبط ہے اور واقعی و حقیقی مدعی نبوت اور سچا نبی ہے جو ہماری خدا کی طرف رہنمائی و ہدایت کر رہا ہے۔

امامت کی دلائل

سوال: قارئین محترم!

ہمارا دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا اہلبیت عصمت و طہارت علیہم السلام کی امامت کو ثابت کرنے کے لئے بھی دلائل کی ضرورت ہیں یا نہیں؟

جواب: اس سوال کا مختصراً جواب یہ ہوگا جی ہاں، امامت کے اثبات کے لئے بھی تمام شدہ دلائل سوائے نزول وحی الہی کے، ہونے چاہیے چونکہ یہ ہستیاں پیغمبرا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی جانشین اور پیشوا خاص الہی و دینی ہیں تو ان کے اندر بھی ان تمام خصوصیات کا ہونا لازم ہے اور ساتھ ہی انہیں شخصیات کا تمام اختیارات مسئولیت، مالک علم لدنی و غیرہ کی صفات سے متصف ہونا لازمی و ضروری ہے۔ یعنی ایک جملے میں ہم اس طرح بیان کرسکتے ہیں یہ ہستیاں خلیفہ الہی اور خلیفہ بلا فصل رسول خدا

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں۔

یہ منصب خلافت و امامت پروردگار عالم اپنے کمال علمی و اعلمیت کی بنیاد پر جس میں یہ خصوصیات ہو اور مقام امامت کے لئے لائق قابل اور مناسب سمجھے ان ہستیوں کو یہ مقام عطا فرماتا ہے تو عقلی بات ہے کہ جو خصوصیات و صفات اللہ نے انبیاء الہی کو عطا کی ہیں وہ تمام ان کے جانشین خاص کو بھی عطا کر یں اور ان میں ان تمام صفات و خصوصیات کا ہونا اس لیے بھی ضروری ہے تاکہ بندگان خدا مکمل قانع اور اطمینان و یقین کے ساتھ ان کی اتباع و پیروی کرسکیں۔

امام رضا علیہ السلام کا فرمان

امام رضا علیہ السلام اس حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں: **لَمَّا كَانَ الْإِمَامُ مُفْتَرَضَ الطَّاعَةِ لَمْ يَكُنْ بُدٌّ مِنْ دَلَالَةٍ تَدُلُّ عَلَيْهِ وَ يَتَمَيَّزُهُ بِهَا مِنْ غَيْرِهِ۔**

کیونکہ امام وہ ہوتا ہے جس کی اطاعت کرنا واجب ہو پس لازمی ہے کہ امامت کو واضح دلیل و برہان سے ثابت کیا جا ے کہ اس دلیل و ثبوت کے ذریعے امام حقیقی کو غیر حقیقی سے تشخیص دے سکیں۔

قرآن و حدیث سے دلیل

قارئین کرام! علامہ مجلسی نے اپنی گرانبھا کتاب بحار الانوار میں تقریباً ستر (70) آیات قرآنی نقل کی ہیں جو سب کے سب مسئلہ امامت کو بیان کرتی ہیں

ان تمام آیات کو اس مختصر مقالے میں لکھنا ممکن نہیں ہے لہذا (مالا یدرک کلمہ لایترک کلمہ)۔ بعنوان نمونہ صرف پانچ آیتوں کو پنچتن پاک کے نام بعنوان نمونہ آپ قارئین کی نذر کرتے ہیں:

امام رضا علیہ السلام نے اپنے کسی مناظرے کی مجلس میں ارشاد فرمایا: **هُمْ الَّذِينَ وَصَفَهُمُ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ فَقَالَ: إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً**

یعنی اہل بیت وہی ہستیاں ہیں جن کی خدانے قرآن میں توصیف بیان کی ہے اور ان کی شان میں ارشاد فرمایا: بس اللہ کا ارادہ یہ ہے اے اہلبیت علیہم السلام کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے (3)

اس آیت مجیدہ کی تلاوت کے بعد امام علیہ السلام نے اس میں ذکر شدہ اہلبیت علیہم السلام کے مصداق اتم کو واضح اور روشن طریقے سے بیان فرمایا کہ یہ افراد پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اہلبیت ہیں چنانچہ ارشاد فرمایا: **وَهُمُ الَّذِينَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص إِنِّي مُخَلَّفٌ فِيكُمْ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللَّهِ وَ عِثْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي لَنْ يَفْتَرِقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضِ۔**

یعنی سابقہ آیت مجیدہ میں ذکر شدہ اہلبیت سے مراد وہ ہستیاں ہیں جن کی شان میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے مسلمانو! میں تمہارے درمیان دو گرانبھا اور قیمتی چیزیں چھوڑ ے جارہا ہوں ایک کتاب خدا (یعنی قرآن مجید) دوسری میری عترت و اہلبیت علیہم السلام یاد رکھنا! یہ دونوں کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر نہ پہنچے ۔

2- **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ**

ایمان والو ! اللہ کی اطاعت کرو رسول اور صاحبان امر کی اطاعت کرو جو تم ہی میں سے ہیں۔

قارئین کرام! اگر کوئی اس آیہ مجیدہ میں صحیح غور و فکر نہ کرے اور معارف دین مبین اسلام و روایات سے استفادہ نہ کرے تو ممکن ہے اشتباہ و گمراہی کا شکار ہو جائے۔

کیونکہ اولی الامر، سے مراد وہ افراد نہیں کہ جو صرف حکمرانی اور سلطان و بادشاہ کے طور پر لوگوں پر حکم

نافذ کریں چونکہ تاریخ بشر میں ہم دیکھتے ہیں کہ گزشتہ امتوں پر ظالم و جابر حکمران مسلط رہے ہیں ان میں فرعون جیسے افراد قابل ذکر ہیں جو حوا وحوس اور قدرت طلبی کے خواہاں تھے۔ اسی لیے خدانے ان کو طاغوت کے نام سے یاد کیا ہے ، اور مسلمانوں کو حکم الہی ہے کہ ان کی اطاعت نہ کریں اور عدل الہی کے لئے راہ فراہم کریں۔

امام رضا علیہ السلام نے اس بات کی ضرورت اور اہمیت کو سمجھ کر لفظ "اولی الامر" کی حقیقی و واقعی مصداق کے طور پر ان اشخاص کی معرفی کی ہے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا: الَّذِينَ أَوْزَنَهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَحَسَدُوا عَلَيْهِمَا بِقَوْلِهِ - أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا يَغْنِي الطَّاعَةَ لِلْمُصْطَفَيْنَ الطَّاهِرِينَ وَ الْمُلْكَ هَاهُنَا الطَّاعَةُ لَهُمْ۔

اس قول میں اولی الامر سے مراد وہ ہستیاں ہیں جن کو قرآن نے (وارث کتاب و حکمت اور دوسروں کے مورد حسد قرار دینے سے) یاد کیا یعنی اولی الامر وہ افراد ہیں جو وارث کتاب و حکمت ہیں اور دوسرے افراد ان سے حسد و حسادت کرینگے۔

پس ارشاد رب العزت ہے: یا وہ ان لوگوں سے حسد کرتے ہیں جنہیں خدا نے اپنے فضل و کرم سے بہت کچھ عطا کیا ہے تو پھر ہم نے آلِ ابراہیم علیہم السلام کو کتاب و حکمت اور ملک عظیم سب کچھ عطا کیا ہے۔

اس جملے کے بعد امام علیہ السلام مزید وضاحت فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

اس آیت میں ملک عظیم سے مراد اہل زمین پر حکمرانی کرنا مقصود نہیں بلکہ اس سے مراد لوگوں کے دلوں پر حکومت کرنا ہے جو لوگوں پر واجب ہو چکا ہے اور یہ افراد خدا کی طرف سے چنے ہوئے اور منتخب شدہ) کی اطاعت کریں۔

3- قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى

آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا علاوہ اس کے کہ میرے اقربا سے محبت کرو۔

امام رضا علیہ السلام اس آیت کی ذیل میں آیت کی دلالت اور مقام و منزلت اہلبیت علیہ السلام کی توضیح فرماتے ہیں۔ قرآن کریم میں اس جیسی آیت مختلف انبیاء الہی جیسے حضرت نوح ، ہود، صالح، لوط، اور شعیب علیہم السلام و غیرہ کے لئے بھی ذکر ہوا ہے لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ اس آیت میں پاداش و عوض رسالت انبیاء خدا پر قرار دیا ہے اور مسئلہ دوستی و محبت ذوی القربی ذکر نہیں ہوا ہے۔

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجَرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ اور میں اس تبلیغ کاکوئی اجر بھی نہیں چاہتا ہوں میری اجرت تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔

قرآن میں حضرت ہود علیہ السلام کے بارے میں ارشاد الہی ہے: لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِنْ أَجَرِيَ إِلَّا عَلَى الَّذِي فَطَرَنِي اے لوگو! میں تم سے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا میرا اجر تو اس پروردگار کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے ۔

دوستو! قرآن مجید نے صرف خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں فرمایا کہ اجر رسالت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف اور صرف دوستی و محبت اہل بیت ہے۔

اس کے بعد امام علی ابن موسی الرضا علیہ السلام نے فرمایا: وَلَمْ يَفْرِضِ اللَّهُ مَوَدَّتَهُمْ إِلَّا وَ قَدْ عَلِمَ أَنَّهُمْ لَا يَرْتَدُّونَ عَنِ الدِّينِ أَبَدًا وَ لَا يَرْجِعُونَ إِلَى ضَلَالَةٍ أَبَدًا۔ یعنی خداوند عالمت نے اہلبیت علیہم السلام کی دوستی و

محبت کو اس لئے فرض اور واجب قرار دیا چونکہ خدا جانتاتھا کہ اہل بیت علیہم السلام کبھی دین مبین اسلام سے روگردانی نہیں کریں گے اور ہرگز گمراہی و کج روی کی طرف واپس نہیں پلٹیں گے۔

اس وقت امام علیہ السلام نے مزید فرمایا:

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد اور لوگوں کو اس آیت کی تلاوت سنانے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چاہنے والوں کے درمیان وارد ہو کر حمد و ثناء الہی کی و رد کے بعد فرماتے ہیں:

اے لوگو! خداوند عالم نے تم لوگوں پر ایک تکلیف واجب کی ہے کیا تم اس وظیفے کو انجام دو گے؟

اس وقت مجمع میں موجود لوگوں سے کسی نے بھی جواب نہیں دیا!

کیونکہ وہ لوگ گمان کر رہے تھے کہ یہ تکلیف اور وظیفہ مادی اور مالی امور سے متعلق ہوگا!

روز دوم اور سوم بھی یہی مسئلہ مسلسل تکرار ہوا لیکن پھر بھی کسی نے جواب نہیں دیا اور خاموشی طاری رہی تو اس وقت رسو خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ وظیفہ و تکلیف کوئی سونے، چاندی یا کھانے پینے سے مربوط نہیں ہے!

تو لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ اگر یہ امور مراد نہیں تو کیا ہے؟

تو اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اوپر نازل شدہ آیت مجیدہ سنائی دوبارہ لوگوں کو نیز فرمایا میری رسالت کا اجر و پاداش صرف اور صرف میرے اہلبیت سے دوستی و محبت ہے۔

اس آیت مجیدہ کی دوبارہ تلاوت اور توضیح کے بعد سب نے یک زبان ہو کر کہا: اس فرمان الہی کو قبول کرتے ہیں اور اس واجب کو انجام دینگے۔ امام رضا علیہ السلام نے مزید فرمایا: لیکن بہت سارے لوگوں نے اس پیغام الہی اور وظیفہ الہی پر عمل نہیں کیا اور اس پیمان اور وعدے کو وفا بھی نہیں کیا۔

محبت اہلبیت علیہم السلام کس لیئے؟

مذہب تشیع امامیہ کے نزدیک قرآن اور روایات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و اہلبیت علیہم السلام کی روشنی میں کوئی بھی حکم الہی اور دستور پروردگار دلیل اور مصلحت سے خالی نہیں ہے۔

اس لحاظ سے قرآن مجید میں خداوند متعال مؤمنین سے چاہتا ہے کہ وہ اہلبیت علیہم السلام سے دوستی و محبت رکھیں چونکہ حتماً و یقیناً یہ حکم و دستور الہی کسی بھی مصلحت و حکمت اور دلیل سے خالی نہیں ہوسکتا۔

غیر معقول سوال

قارئین کرام! بعض نادان، نافہم لوگ بے جا اشکال (اعتراض برای اعتراض) کرتے ہیں کہ اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و دستی کا حکم صرف رشتہ داری اور خونی رشتے کی وجہ سے تھا جیسے کہ عام انسان اپنے بچوں یا رشتہ داروں کو رشے کی بنیاد پر دوسروں پر ترجیح دیتا ہے، کب کب تو اس کے لئے دوسروں کے حقوق دور فضائل سے چشم پوشی کرتا ہے بالکل اسی طرح خداوند عالم نے بھی اہلبیت علیہم السلام سے محبت و دوستی کو واجب صرف اور صرف اس لیے قرار دیا تھا چونکہ یہ ہستیاں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رشتہ دار اور ان کے خاندان سے تھے!!

اعتراض کا جواب

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس قسم کے مطالب کا خداوند کی ذات مقدس سے منسوب کرنا اور نسبت دینا جہالت اور کج فکری کی علامت ہے جبکہ خدا کی ذات ان سے بہت دور ہے چونکہ خداوند عالم کا کسی بھی رشتہ

دار نہیں ہے۔ تمام بنی نوع انسان، بندگان خدا ہیں اور سب کے سب رحمت و لطف الہی میں برابر کے شریک ہیں اور یہ برابری تا قیامت قائم و دائم رہے گی۔

اور یہ بنی نوع انسان ہے کہ کہ جو رحمت و برکات اور عنایات الہی سے استفادہ کرنے میں مختلف ہیں، اس حوالے سے بعض شایستگی زیادہ دیکھا تے ہیں اور عبودیت و بندگی کے میدان میں دوسروں سے سبقت لے جاتے ہیں تو کچھ اپنی سستی و کوتاہی کی وجہ سے رحمت خداوندی کو دیر سے حاصل کرتے ہیں اسی لیئے خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ بیشک تم میں سے خدا کے نزدیک زیادہ محترم وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ یعنی دوسروں سے حقوق الہی کی زیادہ رعایت کرنے والا ہو۔

یہ دلیل ہے کہ خداوند نے خاندان رسالت اور منتخب شدہ ہستیوں کو اس قدر منزلت و مقام، فوقیت عطا کی ہے۔ اور ان کو مورد عزت و تکریم و عنایت قرار دیا اور ساتھ ہی پاداش رسالت رسول خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرار دیا اس بات کی اصل و جہ اہلبیت علیہم السلام کا تمام امت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے با تقوا اور بندگی و اطاعتت عبودیت اور حقوق و وظائف الہی کے انجام دینے کے میدان میں دوسرے تمام انسانوں سے مقدم اور اعلیٰ مرتبے پر ہونا ہے۔ خدا کی نظر میں انسانوں میں ایک دوسرے کی برتری و فضیلت کا اصل معیار دینی و اخلاقی فضائل و شرف ہے۔ خدا کے نزدیک رشتہ داری و غیرہ نہیں ہے تو حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا، نسل نوح علیہ السلام سے ہوتے ہوئے بھی مورد عنایت پروردگار قرار نہیں پایا جبکہ حضرت نوح علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں اس کی ہلاکت سے نجات کی دعا کی اور فرمایا: رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ

پروردگار میرا فرزند میرے اہل میں سے ہے۔ (اور تیرا وعدہ اہل کو بچانے کا برحق ہے اور تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔)

خداوند عالم نے حضرت نوح علیہ السلام کے جواب میں فرمایا: قَالَ يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ۔ ارشاد ہوا : نوح یہ تمہارے اہل سے نہیں ہے۔

اے نوح ! وہ جوان اگرچہ تیرا فرزند ہے مگر کافر ! اور وعدہ الہی اس کے شامل حال نہیں ہوسکتا۔

نتیجہ بحث

سابقہ گفتگو سے اگر ہم یہ نتیجہ نکالیں کہ خدانے بغیر کسی شرط و قید اور استثناء کے مؤمنین کو اہلبیت علیہم السلام سے محبت کا دستور دیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ خدا و ندعالم بھی ان کو دوست رکھتا ہے اور خدا کے نزدیک ان افراد کا خاص مقام و مرتبہ اور منزلت و کرامت ہے اور ان کی دوسرے انسانوں سے برتری کا سبب، مقام ارفع اہلبیت علیہم السلام اور تقویٰ الہی، خداشناسی، معنویت و شرافت علمی و عملی و غیرہ تھا اور جب خدانے مؤمنین سے محبت اہلبیت علیہم السلام کا تقاضا کیا تو اس کا معنی یہ تھا کہ خدانے خود ان کی تائید کی ہے کہ یہ ہستیاں مقام عصمت اور بلند مقام و منزلت کی مالک ہے۔

محبت کیسے حاصل کریں؟

قارئین کرام! محبت مکمل طور پر سکھینے کی چیز ہے خداوند عالم نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے مختلف آلے اہزار اور مختلف فطری و معرفتی طور طریقے خود انسان کے ہاتھوں میں دے رکھے ہیں اور اسی ہدایت کے لئے مختلف آسمانی کتابوں کے ساتھ انبیاء الہی اور پیغمبروں کو مبعوث فرمایا: اور نازل کردہ کتابوں کے ہمراہ شریعت و معرفت کی تعلیم بھی دی اور انہی مکتب اولیاء الہی سے درس لینے کا

ایک آسان راستہ محبت و دوستی کا راستہ ہے۔

راہ اطاعت

قانون اور صالحین برحق کی پیروی کے لئے دو راہ اور دو صورتیں ممکن ہیں ۔

1- کبھی اطاعت مجبوری اور بغیر کسی رغبت و شوق سے اور نہ چاہتے ہوئے کی جاتی ہے۔

2- کبھی اطاعت دل سے قبول اور انتہائی شوق و رغبت سے کی جاتی ہے۔

مثال

ماں اپنی زندگی میں صرف فرزند کے حوالے سے اپنے وظائف کو انجام دیتی ہے جبکہ اس میں بہت سے دشواریاں سختیاں اور مشکلات بھی ہیں، لیکن اس کے باوجود عشق و محبت کو سیکھ لیتی ہے اور وظائف مادری کے انجام دینے میں لذت محسوس کرتی ہے؛ کیونکہ ماں اپنے فرزند سے محبت و دوستی کرتی ہے پس انسان جب کسی سے محبت کرے اور وہ بھی ذات الہی سے عشق، مودت و محبت کے بارے میں ہو تو انجام و وظائف کا معیار دینی و الہی آئیڈیل ہونا چاہیے۔

اور اگر صحیح دوستی و محبت سکھی لیں تو نہ تنہا سختی و دشواری اور مشکلات کا پتہ نہ چلے گا بلکہ اس کام میں لذت بخش محسوس کریگی قرآن میں خداوند عالم نے محبت و اطاعت کے درمیان راہ کو اس انداز سے پیس فرمایا ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ اے پیغمبر! کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تو خدا بھی تم کو دوست رکھے گا۔

اس آیت مجیدہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ صالحین اور خدایی بندوں کی اطاعت و پیروی، محبت کی دو قسموں پر منحصر ہے ایک محبت بعنوان مقدمہ اور انگیزہ و شوق ہے دوسری نتیجہ اور ما حاصل ہے۔

پس دوستو! یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر خدا نے مؤمنین پر اطاعت و مودت اہلبیت کو واجب قرار دیا ہے تو اس لئے تھا کہ ان ہستیوں کی محبت و دوستی اور مودت کے ذریعے راہ اطاعت الہی و معرفت خدا اور دستورات دین مبین اسلام پر عمل کریں اور یہ کام خود بندگان خداسے مربوط ہے اور اس محبت و دوستی سے خدا اور رسول اور اہلبیت علیہم السلام کو کچھ نہیں ملے گا یعنی اگر کوئی محبت دوستی اور مودت اہلبیت علیہم السلام سے انکار کرے تو یہ منکر خود خسارے میں رہے گا، جس طرح منکر خدا گھاٹے میں رہتا ہے، اسی لئے قرآن کا صراحت کے ساتھ اعلان ہے۔ **قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ** کہہ دیجئے! کہ میں جو اجر مانگ رہا ہوں وہ بھی تمہارے ہی لئے ہے میرا حقیقی اجر تو پروردگار کے ذمہ ہے۔

قارئین کرام! اگر کوئی حق کا متلاشی ہو جان لے گا کہ مکتب اہلبیت علیہم السلام کے معارف آسانی سے قرآن سے سمجھے جا سکتے ہیں

اور حدیث کی روشنی میں بھی معارف تشیع واضح طور پر آشکار ہو جائے گا کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات گرامی نے بحکم الہی اپنی امت سے پوری رسالت کے انجام دہی کا وظیفہ و پاداش طلب نہیں فرمایا بلکہ حقیقی پاداش تو خدا ہی دے سکتا ہے مگر رسول کو دستور دیا کہ رسالت کے عوض بندگان خدا سے صرف اور صرف اہل بیت عصمت و طہارت علیہم السلام سے محبت و مودت کو طلب کرو، اصل میں اہل بیت علیہم السلام اور پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اہداف و مقاصد ایک تھے اور وہ حکم قرآنی کے مطابق، ہدایت بشر، ایمان، اخلاق معنوی اور ایمان وغیرہ کی تکمیل تھا ۔

نتیجہ

- 1- مہتہ و مودت اور دوستی اہلبیت علیہم السلام دستور قرآن اور ارشاد ات نبی اکرم کے مطابق ہے۔
- 2- اوریہ مجبت و دوستی اولیاء اللہ و اہلبیت علیہم السلام حکم قرآن و دستور الہی اور ارشاد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کے ساتھ مصلحت و حکمت الہی سے بھی خالی نہیں ہے۔
- اور وہ تکامل انسان و بشر ہے یعنی دوستی سے توحید، و حی، رسالت قرآن، وظائف انسان، اور مسئلہ معاد وغیرہ سب کے سب کی معرفت ممکن ہے۔
- 3- مہتہ و مودت اہلبیت علیہم السلام اصل میں قرآن و رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کا حکم ہے پس اسی وجہ سے خاندان نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کو شرک و بدعت اور خدا کی طرف توجہ کم کرنے کا باعث بھی نہیں بنتی اور خاندان اہلبیت علیہم السلام کی اطاعت و فرمانبرداری کو شرک در اطاعت الہی بھی نہیں کہہ سکتے؛ کیونکہ اس کا حکم خود خدانے ہی دیا ہے **أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ** ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو رسول اور صاحبان امر کی اطاعت کرو جو تم ہی میں سے ہیں۔

سوال:

قابل غور اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اس آیہ مجیدہ میں اولی الامر یعنی حاکم دینی اور رہبر دینی و اسلامی حکومت کے سربراہ سے مراد ناصالح غیر متدین اور گناہ سے آلودہ شخص ہے؟ یا صالح و دین شناس، با تقویٰ اور جامع الشرائط حاکم دینی ہے؟

جواب:

کسی بھی عقل رکھنے والے عاقل سے اگر پوچھا جائے تو وہ ضرور کہے گا کہ حاکم اچھا، صالح، دین شناس اور ر متقی ہونا چاہیے اور اسی بات پر عقلی، شرعی اور نقلی معتبر دلیل بھی دلالت کرتی ہے۔

پس ان شرائط کا حامل بعد از پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اساس دین الہی کے مطابق سوائے اہلبیت علیہم السلام کے کوئی نہیں ہوسکتا اور نہ ہی کسی میں یہ تمام شرائط پائے جاتے ہیں۔

4- دوستی و محبت کا تقاضا ہے کہ مودت و محبت کا تمام شرائط اور لوازم دوستی کے ساتھ اظہار کریں اور ساتھ ہی اپنی تمام زندگی اپنے گفتار و کردار، رفتار اور عمل کو خوشنودی پروردگار کے لئے وقف کریں اور تمام اعضاء و جوارح سے خوشنودی و رضائے الہی کے ساتھ خوشنودی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور معصومین علیہم السلام کو بھی جلب کریں۔

تمام و اجبات کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں، واجبات الہی و دینی کو انجام دیں، تمام گناہوں سے دوری اختیار کریں اور یہ امید و آرزو رکھیں کہ معاشرے میں معارف قرآنی پر عمل ہو اور مکارم اخلاقی اہلبیت علیہم السلام کا بول بالا ہو اور تمام حاکمیت و رعیت خاندان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح ہو۔ **(اللَّهُمَّ إِنَّا نَرْغِبُ إِلَيْكَ فِي دَوْلَةٍ كَرِيمَةٍ نُعِزُّ بِهَا الْإِسْلَامَ وَ أَهْلَهُ وَ نُذِلُّ بِهَا النِّفَاقَ وَ أَهْلَهُ وَ تَجْعَلُنَا فِيهَا مِنَ الدُّعَاةِ إِلَى طَاعَتِكَ وَ الْقَادَةِ فِي سَبِيلِكَ وَ تَرْزُقُنَا بِهَا كَرَامَةَ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ اللَّهُمَّ مَا حَمَلْتَنَا مِنَ الْحَقِّ فَعَرِّفْنَاهُ وَ مَا قَصَرْنَا عَنْهُ فَعَلِّمْنَاهُ)** (4)

اے میرے پروردگار ! تیری درگاہ سے امیداور آرزو مندہوں کہ حکومت باکرامت امام مہدی علیہ السلام کا مشاہد کرسکوں، جس میں اسلام اور مسلمانوں کے لئے عزت و سربلندی ہے۔

نفاق اور اہل نفاق کے لئے ذلت و خواری ہے پروردگارا! ہمیں بھی اس حکومت میں قرار اور تیری اطاعت و بندگی کی طرف بلانے والا قرار دے خداوندا! ہمیں عزت دینی اور کرامت، دو جہان کی نعمت و رزق سے نواز۔ آمین ثم آمین۔

1. فاطر، 32.

2. رعد، 23.

3. احزاب، 33.

4. الكافي (ط - الإسلامية)، ج3، ص: 424.

منابع و مأخذ

- 1 - الاصول من الكافي، كليني، محمد، تصحيح و تعليق على اكبر الغفاري، تهران، دارالكتب الاسلاميه، 1388 هـ .
- 2 - امالي، صدوق، محمد، ترجمه كمره اي، تهران، اسلاميه، 1404 هـ .
- 3 - تحف العقول عن آل الرسول، حراني، حسن، تصحيح على اكبر الغفاري، قم، نشر اسلامي، 1404 هـ .
- 4 - التطبيق بين السفينة والبحار، مصطفىوي، جواد- مشهد، آستان قدس، 1403 هـ .
- 5 - عيون اخبارالرضا، صدوق، محمد، تصحيح مهدي لاجوردی، قم، طوس، 1363ش-
- 6 - كمال الدين و تمام النعمة، صدوق، محمد، تصحيح و تعليق على اكبر الغفاري، قم، مدرسين، 1405هـ-
- 7 - مسند الامام الرضا عليه السلام ، عطاردی، عزيزالله ، تهران، مكتبة الصدوق، 1392 هـ .
- 8 - معاني الاخبار، صدوق، محمد، تصحيح على اكبر الغفاري، تهران، مكتبة الصدوق، 1379 هـ .